''وُکَلَہ'' (بروزن ہُمَزَہ) کوایسے فرد کیلئے استعمال کرتے ہیں جو کسی کام سے عاجز ہواوراسے دوسروں پر موکول کرے۔[۱] ایک صاحب عرفان کہتے ہیں: ﴿اَلتَّوَکُّلُ کِلَۃُ الأَمْرِ کُلِّہِ اِلیٰ مَالِکِہِ وَالتَّعْوِیلُ عَلیٰ وَکالَتِہِ﴾[۲] یعنی توکل سے مراد ہے تمام امورکوان کے مالک کے سپرد کرنااوراس کی وکالت پر اعتماد کرنا۔ کچھ علماء کہتے ہیں: ﴿اَلتَّوَکُّلُ عَلَی اللہِ اِنْقِطاعُ الْعَبْدِ اِلَیْہِ فِي جَمِیعِ مَا یَأمَلُہُ مِنَ الْمَخْلُوقِینَ﴾ یعنی، اللہ پر توکل سے مراد یہ ہے کہ بندہ ان تمام امور میں اللہ پر مکمل اعتماد کرے جن کی وہ بندوں سے امید رکھتا ہے۔ ایک عارف کا کہنا ہے: ﴿اَلتَّوَکُّلُ طَرْحُ الْبَدَنِ فِي الْعُبُودِیَّۃِ وَتَعَلُّقُ الْقَلْبِ بِالرُّبُوبِیَّۃِ﴾[۳] یعنی، توکل بدن کو عبودیت کیلئے وقف کرنے اور دل کو اللہ سے وابستہ کرنے سے عبارت ہے۔ احادیث شریف میں بھی توکل کے بارے میں روشنی ڈالی گئی ہے جن کا ذکر ہم بعد میں کریں گے۔

دوسری فصل

توکل کے ارکان

چار چیزوں پر ایمان واعتقاد کے بغیر توکل کا حصول ممکن نہیں۔ یہ چار چیزیں توکل کے ارکان کی حیثیت رکھتی ہیں:

پہلی چیز: اس بات کا یقین کہ وکیل کو (جس پر توکل کیا جائے) اس چیز کا پورا علم ہو جس کا موکل (توکل کرنے والا) محتاج ہے۔

دوسری چیز: اس بات کا یقین کہ وکیل موکل کی حاجت روائی پر قادر ہے۔

تیسری چیز: اس بات پر ایمان کہ وکیل بخل سے عاری ہے۔

چوتھی چیز: اس بات پر ایمان کہ وکیل کو موکل سے محبت وانس ہے۔

اگر ان چار شرائط میں سے کوئی ایک بھی حاصل نہ ہو تو توکل، یعنی وکیل پر اعتماد کا حصول ممکن نہیں۔ مثلاً اگر موکل احتمال دے کہ وکیل کو اس کے امور کا علم اور اس کی حاجت کا پتہ نہیں تو وہ اس پر بھروسہ کیسے کرسکتا

۱۔ سابقہ مأخذ۔

۲۔ عبدالرزاق کاشانیؒ کی شرح منازل السائرین، ص ۱۷۱۔

۳۔ عبدالکریم قشیری کی الرسالۃ القشیریۃ، ص ۲۶۳۔

ہے؟ اسی طرح اگر وہ اس کے علم پر تو ایمان رکھتا ہو لیکن یہ احتمال دے کہ علم کامل کے باوجود وکیل اس کی حاجت روائی سے عاجز ہے تو بھی وہ اس پر بھروسہ (توکل) نہیں کرے گا۔ اسی طرح اگر اسے اس کی طاقت وقدرت کا بھی علم ویقین ہو مگر یہ احتمال دے کہ وہ بخیل ہے تو اس صورت میں بھی موکل وکیل پر بھروسہ نہیں کر سکے گا۔ نیز اگر ان تینوں باتوں کا یقین ہو مگر اس کی محبت وشفقت پر شک ہو تو پھر بھی اس پر اعتماد وبھروسہ نہیں کرے گا اور توکل نہ ہو سکے گا۔ بنابریں توکل کی بنیاد مذکورہ چار امور پر استوار ہے۔

قبل ازیں ہم نے عرض کیا تھا کہ مذکورہ چار چیزوں پر ایمان واعتقاد رکھنا توکل کا بنیادی رکن ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ توکل کے مسئلے میں صرف علم واعتقاد کا ہونا کافی نہیں۔

اس مختصر نکتے کی توضیح یہ ہے کہ ممکن ہے کوئی شخص دلائل وبراہین کے ذریعے ان چار ارکان میں سے ہر ایک کو ثابت کرے اور تمام مراحل کو عقل کی کسوٹی پر پرکھ کر واضح کرے لیکن یہ برہانی علم اس پر بالکل اثر انداز نہ ہو۔

بسا اوقات بعض ماہر اور مشاق فلسفی حضرات دلائل وبراہین کے ذریعے کائنات کے تمام ذرات، نیز عالم غیب وشہود پر اللہ کے مکمل علمی احاطے کو ثابت کرتے ہیں اور ہر چیز کے خدا کے حضور حاضر ہونے، نیز ہر قسم کے تجرد کو اللہ کے تجرد کامل اور اللہ کی قیومیت کے احاطہ کامل کو قطعی اور محکم دلائل کے ذریعے ثابت کرتے ہیں لیکن ان کا یہ قطعی ویقینی علم ان پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ اسی لئے اگر وہ خلوت میں کسی گناہ میں مشغول ہوں اور کوئی ممیز بچہ آجائے تو وہ شرم کے مارے اس قبیح عمل سے باز آجاتے ہیں لیکن اللہ کے حاضر وناظر ہونے، نیز فرشتوں کے حاضر ہونے اور اللہ کے اولیاء کُمّل کے حاضر ہونے کا علم رکھنے کے باوجود وہ ان ہستیوں سے شرمندہ نہیں ہوتے جبکہ یہ امور علمی دلائل وبراہین کے ذریعے ان کیلئے ثابت شدہ ہیں۔ ان کا یہ علم انہیں قبیح اعمال سے نہیں روکتا جبکہ حاضر کے حضور مؤدب رہنا، نیز حاضر وناظر، عظیم، منعم اور کامل ہستی کا احترام ملحوظ رکھنا وغیرہ انسانی معاشرے کے مسلّمہ اور بدیہی امور میں سے ہے۔ اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ مروجہ علمی وبرہانی علوم کا تعلّق عقل سے ہے اور ان عقلی امور سے قلبی وروحانی کیفیات حاصل نہیں ہوتیں۔

اسی طرح ممکن ہے کہ کوئی زبردست فلسفی اپنی پوری زندگی قدرت خداوندی کی عظمت کو ثابت کرنے میں صرف کرے اور علمی قطعی دلائل وبراہین سے ثابت کرے کہ کائنات میں اللہ کے علاوہ کسی کا کوئی عمل دخل

نہیں اور یہ کہ تمام موجودات خواہ وعالی مرتبہ ہوں یا حقیر، نیز غیب وشہود کی تمام قوتیں اس کائنات کے احاطے میں خالق کے سامنے بے بس ہیں اور کائنات کی حکومت صرف اللہ کی ہے، نیز پورا عالم بارگاہ خداوندی کے سامنے عاجز و بے بس ہے، نیز وہ دلائل قطعیہ کے ذریعے اس آیت ﴿يَـا أَيُّهَا النَّاسُ أَنتُمُ الـفُـقَـرَآءُ اِلَى اللهِ وَاللهُ هُوَ الغَنِيُّ الحَمِيدُ﴾[۱] کی حقیقت کو جان لے اور علمی براہین کی کسوٹی پر اللہ کی توحید افعالی کو پرکھ کر ثابت کرے لیکن ان سب باتوں کے باوجود وہ فلسفی عملی طور پر مخلوقات سے اپنی حاجات طلب کرے جو خود ضعیف اور محتاج ہیں اور غیر اللہ کی طرف اپنا دست حاجت دراز کرے۔ اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ عقلی ادراکات اور علمی براہین انسان کے قلب و دل پر اثر انداز نہیں ہوتے۔ اس عقلی دنیا سے پرے اور بھی دنیا ئیں ہیں۔ اس وادی سے آگے عشق کی اور بھی وادیاں ہیں اور ہم سب ابھی ان کی ابتدائی راہوں میں گم ہیں۔

پھر یہ بات کسی فلسفی یا علوم الٰہیات کے ماہر سے ہی مختص نہیں، بلکہ بسا اوقات ایک نام نہاد عارف بھی جو تجرید، تفرید، توحید اور وحدت الوجود کی ڈینگیں مارتا ہو اسی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے۔

کتنے ہی عظیم فقہا و محدثین ایسے ہوں گے جو معصومین (علیہم السلام) کی احادیث سے آشنا ہوں، نیز خدا پر توکل اور بھروسے سے مربوط احادیث کے حافظ بھی ہوں اور ان احادیث کو وحی کا خزانہ بھی سمجھیں، نیز ان کی صداقت کے معتقد بھی ہوں اور برہانی علوم کی طرح ان پر ایمان بھی رکھتے ہوں لیکن اس کے باوجود وہ بھی اسی بیماری میں مبتلا ہوں۔ اب اس کی صرف یہی وجہ ہے کہ ان کے علم نے عقل و ذہن کی حدود سے تجاوز نہیں کیا اور وہ دل کی حدود میں داخل ہی نہیں ہوا جو ایمان کے نور کی سرزمین ہے۔ جب تک علم قلب و ذہن کی حدود میں مقید رہے گا اس سے قلبی اور روحانی کیفیتیں حاصل نہیں ہوں گی۔

پس اگر کوئی یہ چاہے کہ وہ اللہ پر توکل، اس پر بھروسے اور اس کے آگے تسلیم وغیرہ کی منزل تک رسائی حاصل کرے تو اسے چاہئے کہ وہ عقلی و ذہنی علوم کی حدود کو پھلانگ کر ایمان کی حدود میں داخل ہو جائے اور ان ظاہری علوم پر اکتفا نہ کرے اور ان حقائق کے حصول کی شرائط وضروریات کو دل میں جگہ دے تاکہ یہ قلبی و روحانی کیفیات حاصل ہو سکیں۔ ہم نے قبل ازیں ان معارف کے حصول اور انہیں لوح قلب تک پہنچانے

۱۔ اے لوگو! تم لوگ اللہ کے محتاج ہو اور اللہ تو بے نیاز لائق ستائش ہے۔ سورۂ فاطر ۱۵۔

کے طریقے کا تذکرہ مختصر طور پر کیا ہے[1] اور اب بھی ان کا مختصر ذکر کرتے ہیں۔

جب عقل واضح طور پر توکل کی (چار) بنیادی شرائط کا ادراک کرلے تو اب سالک راہ عرفان کو چاہیے کہ وہ ان عقلی حقائق کو دل کے اندر جاگزین کرے اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب نفس کے ساتھ جہاد کرنے والا انسان ہر روز اپنے لئے ایک ساعت معین کرے جس میں وہ مادی مسائل سے فارغ البال ہو اور اس خلوت کی گھڑی میں وہ یکسوئی اور قلبی توجہ کے ساتھ یاد حق میں مشغول ہوجائے اور منقولہ اذکار و اوراد میں غور وفکر کرے۔

مثلاً اس فراغت کے وقت میں کلمہ ﴿لا الٰہ الا اللہ﴾ (جو سب سے عظیم ورد ہے)[2] کو مکمّل قلبی توجہ کے ساتھ اس نیت سے پڑھے کہ دل کو اس کی تعلیم دے، نیز اطمینان قلبی اور غور وفکر کے ہمراہ اس ذکر شریف کا تکرار کرے۔ یوں وہ اپنے دل کو اس ذکر شریف سے بیدار کرے یہاں تک کہ رقّت قلبی اور دلی توجہ کی کیفیت حاصل ہوجائے پھر غیبی امداد کے ذریعے اس کا دل ذکر غیبی میں مشغول ہوجائے اور اس کی زبان دل کی تابع بن جائے۔

اگر ایک مدت تک یہ عمل ظاہری وباطنی آداب وشرائط کے ساتھ خلوت کے اوقات میں بجالاتا رہے تو احتمال قوی ہے کہ انسان کا دل بیدار ہوجائے اور زبان دل کی تابع بن جائے۔ (اس صورت میں نیند کی حالت میں بھی انسان کی زبان ذکر شریف کا ورد کرتی رہے گی) یہاں تک کہ دنیوی امور میں مشغول ہونے کے باوجود بھی انسان کا دل توحید خداوندی اور تفرید الٰہی کی طرف متوجہ رہے گا۔

اور اگر یہ عمل طہارت باطنی اور اخلاص کے ہمراہ شدّت کے ساتھ جاری رہے تو عین ممکن ہے کہ کوئی مصروفیت اسے یاد الٰہی سے غافل نہ کرپائے اور توحید کا نور تمام کاموں پر غالب ہوجائے۔

اسی طرح اگر انسان اللہ کی رحمتوں میں خوب غور وخوص کے ذریعے پیدائش سے لے کر ابد تک حاصل شدہ اللہ کے وسیع لطف وشفقت اور رحمت کا احساس اپنے دل کو دلاتا رہے تو آہستہ آہستہ اس کا دل محبت

۱۔ ملاحظہ ہو، ص ۱۰۵ کتاب ہذا۔

۲۔ ﴿أَفضَلُ الدُّعاءِ لاَ اِلٰـهَ اِلاَّ اللهُ، أَفضَلُ الذِّكرِ لاَ اِلٰـهَ اِلاَّ اللهُ﴾۔ (کنز العمال، ج ۲، ص ۲۱۷، ح ۳۸۳۵؛ نیز مرصاد العباد، ص ۲۶۷)۔

خداوندی کے آثار کا ادراک کرلے گا اور جس قدر اس کی توجہ زیادہ ہوگی (خاص کر ذہنی فراغت کے اوقات میں) اسی حساب سے محبت میں اضافہ ہوگا یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اپنے حق میں تمام موجودات سے زیادہ شفیق ومہربان پائے گا۔ یوں وہ ﴿أَرْحَمُ الرَّاحِمِين﴾ کی حقیقت کو اپنے دل کے نور بصیرت سے دیکھنا شروع کرے گا۔

اسی طرح انسان کو چاہئے کہ وہ سخت غور وفکر اور روحانی مشق کے ذریعے توکل کے دیگر ارکان کا احساس بھی اپنے دل کو دلاتا رہے یہاں تک کہ دل ان حقیقتوں سے مانوس ہوجائے۔ اس صورت میں ان معارف کے آثار دل کے اندر جلوہ گر ہوں گے اور توکل، تفویض اور اعتماد وغیرہ کے نور سے روح منور ہوجائے گی۔ یوں اس کے دل کا طفل نومولود مادیت (جو اس کی رضاعی ماں ہے) کے پستان سے دودھ پینا چھوڑ دے گا اور غیر مادی وروحانی غذاؤں کا اہل بن جائے گا اور معاملات (جن میں توکل بھی شامل ہے) کے مرحلے سے ترقی کرکے دیگر مدارج تک رسائی حاصل کرے گا۔ اس طرح مادیت اور دنیا سے اس کی بے نیازی میں روز افزوں اضافہ ہوگا، علاوہ ازیں حقیقت، محبت، پاکیزگی اور آخرت کی منزل مقصود سے اس کا رابطہ مزید مستحکم ہوگا، نیز پہلے عملی توحید کا نور اور اس کے بعد اسمائی وصفاتی توحید کا اثر اس کے دل میں جلوہ گر ہوگا۔ یہ نور جس قدر زیادہ جلوہ گر ہوگا خود پرستی، خود بینی، انانیت اور تکبّر کا پہاڑ اسی قدر شدت سے پاش پاش ہوگا یہاں تک کہ انسانوں کے ربّ کے جلوہ کامل سے یہ پہاڑ مکمّل طور پر ریزہ ریزہ ہوگا اور کامل مدہوشی حاصل ہوگی: ﴿فَلَمَّا تَجَلّیٰ رَبُّهُ لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسیٰ صَعِقاً﴾[۱]

افسوس کہ راقم جو شجرہ خبیثہ کی شاخوں کے درمیان پھنس گیا ہے اور مادیت کے تاریک کنویں میں گر چکا ہے نے روحانی ومعنوی مدارج اور انسانی کمال کے حصول کے بدلے چند بے سروپا الفاظ واصطلاحات کو رٹنے پر اکتفا کیا اور چند کھوکھلے مفاہیم کے پیچ وخم میں عمر عزیز کو برباد کیا۔ ادھر آگاہ وبیدار لوگوں نے دنیا اور دنیوی چیزوں سے اپنا دامن بچاتے ہوئے اپنی نجات کا سامان فراہم کیا۔ یوں وہ حیات انسانی، بلکہ حیات الٰہی سے ہمکنار ہوگئے، نیز وہ مادیت کی زنجیروں سے بیزار ہوگئے ﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُون﴾[۲] یہ مکمّل

۱۔ جب موسیٰؑ کے ربّ نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اسے ریزہ ریزہ کردیا اور موسیٰؑ بے ہوش ہوکر گر پڑا۔ سورۂ اعراف ۱۴۳۔

۲۔ بے شک ایمان والے کامیاب ہوگئے۔ سورۂ مؤمنون ۱۔

آزادی اور مادیت کے زندان سے رہائی بھی انہی مراحل میں سے ایک مرحلہ ہے۔ اسی لئے ان کی توصیف میں فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ﴾ ۱ نیز ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَعِبٌ وَلَهْوٌ﴾ ۲ ہم جیسے بدبخت لوگ ریشم کے کیڑے کی طرح خواہشات، آرزوں، تمناؤں، نیز دنیا اور اس کی رنگینیوں سے محبت کے تاروں کو اپنے گرد بنتے جا رہے ہیں اور اس زندان کے اندر اپنے آپ کو ہلاکت کے منہ میں دھکیل رہے ہیں۔

خداوندا! اس ہلاکت سے نجات کا راستہ یہ ہے کہ تیرا فیض بیکراں ہماری دستگیری کرے اور تیری رحمت واسعہ ہم بیکسوں کے شامل حال ہو، نیز تیری ہدایت اور مدد کے طفیل ہمارے لئے ہدایت و کامیابی کا راستہ کھل جائے: ﴿اِنَّكَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ﴾ ۳

تیسری فصل

مزید توضیح اور صاحبان عقل وفکر کیلئے نصیحت

عزیزوں! اگر تم برہان فلسفہ سے آشنا ہو تو پھر تم: ﴿كُلُّ مُجَرَّدٍ عَاقِلٌ﴾ ۴ اور ﴿بَسِيطُ الْحَقِيقَةِ كُلُّ الْكَمَالِ﴾ ۵ کی روشنی میں جان لوگے کہ عالم غیب کی ابتدا سے لے کر عالم حس کی انتہا تک خدا کے لا محدود، ہر چیز کو محیط، نیز حدود وقیود اور حجاب وتقید سے منزہ ازلی علم کے سامنے ازل سے لے کر ابد تک موجودات کا ہر ذرّہ عیاں اور ظاہر ہے شاید اللہ کا فرمان: ﴿اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾ ۶ اشارہ ہو اسی: ﴿كُلُّ مُجَرَّدٍ عَاقِلٌ﴾ اور ﴿بَسِيطُ الْحَقِيقَةِ كُلُّ الْكَمَالِ﴾ والے

۱۔ جو لوگ فضولیات سے دور رہتے ہیں۔ سورۂ مومنون ۳۔

۲۔ دنیا کی زندگی کھیل اور دل لگی کے سوا کچھ نہیں۔ سورۂ انعام ۳۲۔

۳۔ یقیناً تو بڑا مہربان رحم کرنے والا ہے۔ سورۂ حشر ۱۰۔

۴۔ ہر مجرد عاقل ہوتا ہے۔ (الاسفار الاربعۃ، ج ۳، ص ۴۴۷)۔

۵۔ جس کی ماہیت بسیط ہو وہ تمام کمالات کا حامل ہوتا ہے۔ (ایضاً، ج ۲، ص ۳۶۸؛ نیز، ج ۶، ص ۱۱۰)۔

۶۔ کیا موجودات کا خالق ان کی حالت سے باخبر نہیں حالانکہ وہ باریک اسرار سے باخبر اور ہر چیز سے خوب آشنا ہے؟ سورۂ ملک ۱۴۔